International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 02,July-Dec 2023
PP: 65-85

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

مدنی دور نبوی میں دعوت و تبلیغ کی حکمت عملی: ایک اجمالی جائزہ

Dawah & Tabligh Strategies in the Madani Period:An Overview

Shakil Ahmed
PhD Scholar Allama Iqbal Open University Islamabad.
Email: shakilahmed256.sa@gmail.com

Dr Muhammad Waseem Mukhtar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, D.I Khan, KP.
Email: waseemmukhtar484@gmail.com

Abstract

Allah sent prophets into the world to reform humanity, who played a key role in spreading the message of religion to the people. The prophets tried to convey the call of truth to those who denied the command of Allah in a very good and graceful manner, in which they had to face hardships and difficulties. It is through the propagation of religion that people's morals are improved and fitnah and corruption are eliminated. Society becomes a cradle of peace and tranquillity. The accuracy of collective and individual matters and reports depends on religion and practice of religion, so the religion of preaching has been declared as an important duty. While the message of Allah is conveyed to the people through preaching, it is also encouraged to reform the people and persevere in their deeds. The whole life of the Prophet (PBUH) is devoted to the preaching of religion, in which, keeping in mind the need of time and circumstances, he spread the message of Allah to others by applying every possible method of preaching religion. Despite the establishment of an independent state in Madinah, unstable political conditions and aggressive efforts of the

CC BY

opponents, he continued to preach, in important wisdom such as sending preachers for the religion of dawah, a series of letters for preaching, inviting delegations and tribal chiefs to religion, establishing seminaries, special arrangements for education and training of women and children other than men, learning of other languages, etc. He adopted the practice. The Da'wah of Islam became common due to the da'wah strategy and practical efforts of the Prophet (PBUH) so below, an attempt will be made to highlight the da'wah strategy of the Prophet (PBUH) in Madinah and its effectiveness and possible methods of action.

***Key Words**: Da'wah strategy, Madinah, Preaching, Through, The Prophet (PBUH), Education, Seminaries.*

موضوع کا تعارف

انسانیت کا تعلق رب کائنات سے جوڑنے اور مضبوط کرنے کے لیے بہترین وعمدہ حکمت عملی دین کی تبلیغ ہے اور راہ خدا پر چلنے کی دعوت دینا ہے، یہ جہاں نیکی کے پرچار کا ذریعہ بنتا ہے وہیں برائی کے خاتمے اور جڑ ختم کا بھی اہم ذریعہ ہے۔ تبلیغ دین سے ناآشنا لوگوں تک پیامِ حق کو پہنچانے کا اہم ذریعہ ہے اور نہایت عمدگی کے ساتھ دین اسلام سے انکاری حضرات تک اسلام کا عملی تصور اور دعوت حق کو پہنچانے کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔

آپ ﷺ کی نبوت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد تبلیغِ دین تھا، چنانچہ وقت وحالات کی تبدیلی کے باوجود رحمت عالم ﷺ نے نہایت احسن انداز اس کو انجام دیا۔ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کے آزاد ریاست کی تشکیل، قبائل کی جارحانہ ازائم، منافقین کی شرانگیزیوں اور اہل کتاب کی مخالفت کے باوجود آپ ﷺ نے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کے سلسلے کو جاری وساری رکھا، جس کے نتیجہ میں قبائل عرب میں اور دیگر لوگوں میں اسلام کا پیام تیزی سے پھیلا۔ اس لیے ہجرت مدینہ کے رحمت عالم ﷺ کی اِن دعوتی و تبلیغی حکمت علمیوں کی اہمیت مزید دوچند ہو جاتی ہے، چنانچہ ذیل میں انہی دعوتی حکمت علمیوں کو اجاگر کرنے کی سعی کی جائے گی۔

دعوت و تبلیغ کا مفہوم:

دعوت و تبلیغ دو الفاظ کا مجموعہ ہے، جس میں لفظ اول "دعوت" لغت میں " دعوت دینا، آمادہ کرنا، کسی کو بلانا، پکارنا ،آواز دینا"[1] اور کسی کام یا مقصد پر اُبھارنے جیسے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

"الدعا الی الشیء الحث علی قصده"[2]

(کسی کو مقصد پر ابھارنا۔)

جب کہ شرعی اصطلاح میں "دعوت" سے مراد:

" وہ پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے توسط سے انسان کو دیا کہ دین حق (یعنی اسلام) کو سچا مانو۔ "[3]

دوسرا لفظ "تبلیغ" لغت میں " کسی کے پاس کوئی چیز پہنچانا، خبر وغیرہ پہنچانا، بتلانا"[4] کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جب کہ تبلیغ کی حقیقت ایصال (پہنچانا) ہے۔[5]

اصطلاح میں ''تبلیغ'' سے مراد:

"جس چیز کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اس کی اچھائی اور خوبی کو دوسرے لوگوں، قوموں اور ملکوں تک پہنچائیں اور اس کے قبول کرنے کی دعوت دینے۔"[6]

تبلیغ کے مترادف الفاظ:

تبلیغ کے معنی میں ''انداز، دعوت اور تذکیر وغیرہ'' کے الفاظ بھی بسااوقات استعمال کیے جاتے ہیں۔ تبلیغ جیسے اہم فریضہ میں حکمت علمی سے کام لینے کی ترغیب دی گئی ہے، یعنی موقع اور حالات کے تقاضے کے مطابق تدبر وغور وفکر کے ساتھ مصلحت ودوراندیشی کی پالیسی کو اپناتے ہوئے اس فریضہ کو انجام دیا جائے۔ حکمت عملی کے لیے عربی لغت میں ''سیاسۃ اور تدبر'' کے الفاظ آئے ہیں[7]، جب کہ مستعمل اور متداول سیاسۃ ہی ہے۔

سیاسۃ کا مفہوم:

سیاسہ کی چیز کی اصلاح، تربیت اور دیکھ بھال کے لیے کی جانی والی کوششوں کو کہا جاتا ہے۔ سید مرتضی زبیدی لکھتے ہیں:

" والسياسة: القيام على الشئ بما يصلحه، والسياسته فعل السائس: وهو من يقوم على الدو آب و يرو منها"[8]

(سیاست کسی چیز کی اصلاح کے لئے کمربستہ ہو جانے کو کہتے ہیں اور سائس اس شخص کو کہتے ہیں جو جانوروں کی دیکھ بھال کرتا اور انہیں سدھارتا ہے۔اور ساس وہ آدمی ہے جو سرداروں اور قائدین کی قوم میں سے ہو بقول ثعلب شاعر کے: میں اپنی رعیت کا حکمران بنایا گیا فلاں شخص کو اپنے قبیلے کے معاملات کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے یعنی ان کی سیاست وحکمرانی کا بوجھ اس پر ڈال دیا گیا ہے جب کسی شخص کو لوگوں کا حکمران و بادشاہ بنا دیا گیا ہو تو کہا جاتا ہے۔سوس الرجل امور الناس۔۔۔)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی لفظ ''سیاسۃ'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"استصلاح الخلق و ارشادهم الى الطريق المستقيم المنجى فى الدنيا ولاخرة"[9]

(سیاست مخلوق کی اصلاح کرنا اور ان کی رہنمائی کرنا ہے سیدھے راستے کی طرف، جو راستہ دنیا وآخرت میں نجات دلانے والا ہو۔)

بہرحال! سیاست کا اساسی معنی تدبیر کرنا، سدھارنا، سنوارنا، رہنمائی کرنا، قیادت کرنا اور اصلاح کرنا ہے۔ یعنی سیاست کا معنی مکر وفریب اور لڑانا نہیں بلکہ اس حکمت عملی کا نام سیاست ہے جو اخوت ومحبت اور اتحاد واتفاق پیدا کرتی ہو۔[10]

حدیث مبارکہ ﷺ میں بھی ''سیاسۃ'' کا لفظ قیادت اور رہنمائی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حدیث مبارکہ "سیاسۃ" کا استعمال:

"قال ابوحازم قاعدت ابا هريرة رضى الله عنه خمس سنين سمعته يحدث عنى النبىﷺقال كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياءكلما هلک نبى خلفه،نبى خلف نبى وانه لانبى بعدى وسيكون خلفاءفيكثرون ---"[11]

(حضرت ابوحازم سلمان نے فرمایا میں پانچ سال حضرت ابوہریرۃ کی صحبت میں رہا میں نے ان سے سنا آپ ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کے بنی اسرائیل کی قیادت اور رہنمائی انبیاء کرامؑ فرماتے تھے۔جب ایک نبی فوت ہو جاتے تو

دوسرے نبی ان کے بعد جانشین ہوتے اب یقینا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔۔)
انگلش میں حکمت عملی کے لئے Strategy کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

"Strategy, in warfare, the science are arts of employing all the military, economic, political and other resources of the nation to achieve the objects and economic mobilization for warfare[12]." [13]

(جنگ میں جنگ کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تمام فوجی، معاشی، سیاسی اور دیگر ذرائع کو استعمال کرنے کا فن یا حکمت عملی، یہ جدید مطلب ہے۔ جو جنگ کے لیے عام فوج اور معیشت کو محرک کرنے کی ضرورت کی عکاسی کرتا ہے۔۔۔)

"Strategy: The Art of planning in Advance the movements of army or forces in war"[14]

یعنی جنگ میں فوج یا فورسز کی سر گرمیوں کو آگے بڑھانے کی پلاننگ کا فن۔

اردو، عربی اور انگلش عبارات کی روشنی میں حکمت علمی سے مراد: زمان ومکان، افراد واشخاص اور احوال وظروف کے مطابق حکیمانہ، مدبرانہ اور مصلحت آمیز رویے، عمل یا فعل کو اختیار کرنے کا نام ہی حکمت عملی ہے۔ خواہ یہ رویہ دعوت و تبلیغ کے میدان میں استعمال کیا جائے۔ زندگی کے عام احوال میں اپنایا جائے اور خواہ جنگ وجدل اور میدان کارزار میں برتا جائے۔ یہ حکمت عملی ہے۔ اسی کا نام سیاست ہے اور اسی کا نام اسٹریٹیجی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی اس سیاست اور حکمت عملی کا مطالعہ انشاء اللہ آئندہ سطور میں کریں گے جس نے خون کے پیاسوں جان کے دشمنوں کو باہم شیر و شکر کر دیا۔ آپ کی تئیس سالہ دوراندیش حکمت عملی نے کفروشرک اور گمراہی کی اندھی گھپاؤں میں روشنی کے چراغ جلا دیے۔

نبوی ﷺ حکمت عملی کی قرآنی اساسات:

انبیاء کرامؑ کے معلم چونکہ بذات خود اللہ تعالی ہوتے ہیں اس لئے انبیا کرامؑ کے مزاج و مذاق پر ذات قدسی کی ربانی تعلیمات کی چھپ چھاپ نمایاں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کے جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے بارہ میں استفسار ہوا تو صدیقہ کائنات اس طرح گویا ہوئیں۔

"ان خلق رسول الله ﷺ كان القرآن"[١٥]

(رسول اللہ ﷺ کا قرآن کریم ہی اخلاق تھا)

اس لیے بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایجاز و اختصار کے ساتھ موضوع کی مناسبت سے دعوت و تبلیغ کی قرآنی اور ربانی تعلیمات واساسات کو ذکر کر دیا جائے۔

" ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن إن ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بالمهتدين"[١٦]

(اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو۔ جو اس کے راستہ سے بھٹک گیا، تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو راستہ پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب

واقف ہے۔)

مذکورہ آیت میں تبلیغ دین کے بنیادی اصول بیان فرمائے۔"تبلیغ و دعوت کے یہ تین اصول "عقل وحکمت، موعظہ حسنہ اور مناظرہ بطریق احسن" مسلمان متکلمین نے بیان کیا ہے کہ یہ تینوں اصول وہی ہیں۔ جو منطقی استدلال میں عموماً کام میں لائے جاتے ہیں۔ یعنی ایک برہانیات، دوسرے خطابیات، تیسرے جدلیات۔ یہی وہ تین طریقے ہیں جن سے ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنے مدعا کو ثابت کرتا ہے۔"[۱۷]

مفتی محمد شفیعؒ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں حکمت سے مراد طریقہ دعوت، اچھی نصیحت سے مراد نرم خوانداز بیان اور مجادلہ سے مراد الزام تراشی اور بے انصافی سے خالی بحث مباحثہ ذکر کیے ہیں:

"حکمت سے وہ طریقہ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی گئی ہو جو مخاطب کے دل پر اثر انگیز ہو سکے اور نصیحت سے مراد یہ ہے خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے اور اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کے عنوان بھی نرم ہو دلخراش توہین آمیزانہ ہو اور "مجادلہ بالاحسن" سے مراد یہ ہے کہ اگر بحث ومباحثہ کی نوبت آجائے تو وہ بھی شدت اور خشونت اور مخاطب پر الزام تراشی اور بے انصافی سے خالی ہونا چاہیے۔"[۱۸]

مفسرانہ وادبیانہ تفسیر کے لیے مذکورہ آیت کے تحت دیکھئے تفسیر عثمانی[۱۹] البتہ صاحب روح المعانی علامہ آلوسی نے فرمایا:

" حکمت اور موعظہ حسنہ تو اصول دعوت ہیں لیکن مجادلہ بالاحسن اصول دعوت میں سے نہیں، اگرچہ دعوت و تبلیغ میں اس کی ضرورت پیش آجاتی ہے و گرنہ ترتیب اس طرح ہوتی۔"ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ""[۲۰]

نبی کریم ﷺ کی دعوت میں یہ اسلوب نہایت اتم نظر آتا ہے۔ رحمت عالم ﷺ کامختلف مواقع پر صحابہ کرامؓ اور دیگر افراد کو تبلیغ دین کے موقع پر حکمت کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے۔ کفار مکہ کو دین اسلام کی دعوت قرآن کریم کی بلاغت اور نصائح سے مزین ہوتی اور اہل کتاب کو دعوت کے وقت اُن کے بنیادی نظریات اور غلط افکار کا ابطال بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

نبوی حکمت عملی کے قرآنی اصول پنجگانہ:

فرمانِ باری تعالیٰ انسانوں کے حالات اور واقعات کی روشنی میں تدریجاً نازل ہوا۔ آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ میں بھی یہی عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔

۱۔ آپ ﷺ نے اولاً مکہ مکرمہ میں اپنے خاندان کے عزیز واقارب کو دین متین کی جانب متوجہ فرمایا۔

"پیغام الٰہی سچائی کا بہت بڑا چشمہ ہے جو آہستہ آہستہ قدرتی رفتار سے اپنی قریب کی زمین کو پھر آگے کو پھر اس سے آگے کو سیراب کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کے زمیں کے کناروں تک پہنچ جاتا ہے آنحضرت ﷺ کو تبلیغ کا حکم اسی تدریج کے ساتھ ہوا۔ سب سے پہلے اپنے خاندان اور اعزاء اور اقرباء کو انذار و تبلیغ کا حکم ہوا: "وانذر عشیرتک الاقربین"[۲۱] (اے پیغمبر اپنے رشتہ داروں کو ڈراؤ) "[۲۲]

سورۃ الشعرآء کی مذکورہ آیت مبارکہ کے نزول کے بعد رحمتِ عالم ﷺ نے اہلِ مکہ کو کوہ صفا پر چڑھ کر دینِ اسلام کی دعوت دی: "آنحضرت ﷺ کوہ صفا پر چڑھے اور قریش کے قبیلوں کو پکارنے لگے مثلاً بنی فہر و بنی عدی، یہاں تک کے وہ مجتمع ہوگئے خود نہ پہنچ سکنے والوں نے اپنا آدمی بھیجا آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں تم کو بتاؤں وادی و گھاٹی کی اس طرف ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا میری تصدیق کروگے وہ بولے ہمیں آپ کے بارہ میں غلط بیانی کا کوئی تجربہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تم

کو پیش آمدہ عذاب سے ڈرانے والا ہوں اس پر ابو لہب نے کہا تیری ہلاکت اس کے لیے ہمیں جمع کیا تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔" تبت یدا ابی لهب وتب۔ مااغنی عنه ماله وما کسب" [۲۳]۔" [۲۴]

۲. دوسرے مرحلے میں تبلیغ کے دائرہ مزید وسعت اختیار کی اور اہلِ مکہ کے علاوہ حوالی مکہ کو بھی پیامِ ربانی سے روشناس کروانے کا حکم دیا گیا:

"اس کے بعد یہ دائرہ (تبلیغِ دین) بڑھ کر شہر مکہ اور اس کے اطراف کی آبادیوں تک پہنچتا ہے: "لتنذر ام القری و من حولها" [۲۵] تاکہ آپ ﷺ اہل مکہ اور مکہ کے ارد گرد کے لوگوں کو ہوشیار کریں آنحضرت ﷺ نے اس آیت کی بنا پر مکہ میں رہ کر مکہ اور اسکے آس پاس لوگوں کو بیدار اور ہوشیار کیا حج کے موسم میں عرب کے ایک ایک قبیلہ کے پاس جا کر حق کا پیغام پہنچایا اور اسی زمانہ میں یمن اور حبشہ تک آپ ﷺ کی آواز پہنچ گئی اور لوگ تلاش حق کے لیے آپ کے پاس آئے۔" [۲۶]

بقول ڈاکٹر خالد علوی: "اسی حکم کے تحت آپ ﷺ طائف کا سفر اختیار کرتے ہیں اور منکرین واعداء کی ایذاء رسانی کا سامنا کرتے ہیں۔" [۲۷] اور "عرب میں عکاظ، مجنتہ اور ذوالمجاز کے میلے بہت مشہور تھے اور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے نبی ﷺ ان مقامات پر جاتے اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے۔" [۲۸]

۳. تیسرے مرحلہ میں تبلیغ کا دائرہ میں تمام زندہ ذی روح اور ذی عقول کو مخاطب کیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان هو الاذکر وقرآن مبین لینذر من کان حیا" [۲۹]

(یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے اور صاف صاف خدا کا کلام ہے تاکہ وہ اس کو ہوشیار کرے جو زندہ ہیں۔)

چنانچہ جہاں تک فرمانِ باری تعالیٰ کی تبلیغ ممکن اور آواز پہنچ سکتی تھی وہ اس خطاب میں شامل ہیں۔ قاضی محمد سلیمان منصورپوری کے مطابق "اس سے مقصود عرب کے جملہ قبائل و حصص کو تبلیغ کرنا ہے۔" [۳۰] اسی جانب سیرۃ ابن ہشام میں ہادی عالم ﷺ یہ فرمان توجہ مبذول کرواتا ہے۔

"آپ ﷺ فرماتے تھے اے فلاں قبیلہ کے لوگو میں تمھاری طرف اللہ تعالیٰ فرستادہ ہوں جو تمھیں حکم کرتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن شریکوں کی عبادت کرتے ہو ان سے بالکل الگ ہو جاؤ اور تم مجھ پر ایمان لاؤ او میری تصدیق کرو اور میری حفاظت کرو یہاں تک کے میں واضح طور پر بیان کر دوں وہ پیغام جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا۔" [۳۱]

۴. آخر میں آپ ﷺ کو تمام عالم کے انسانوں کو اس دینِ حق کی جانب متوجہ کرنے اور اس کے ذریعے ظلمت اور گمراہی سے نکلنے کی ترغیب دینے کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا:

"هذا بلٰغ للناس" [۳۲]

(یہ قرآن تمام انسانیت کے لیے پیغام ہے۔)

قرآن کریم کی طرح حدیث مبارکہ سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ آقا دوجہاں ﷺ کسی خاص علاقہ وقوم کے لیے نبی ورسل نہیں، بلکہ قیامت تک کی انسانیت اور ہر خطہ میں رہنے والوں کے لیے ہادی بنا کر بھیجے گے۔آپ ﷺ مبارک ارشاد ہے۔

"اما انا فارسلت الی الناس کلهم کافة وکان من قبلی انما یرسل الیٰ قومه" [۳۳]

(بہر حال مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کو فقط اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا۔)

اس کے بعد عازمینِ حج اور دنیا کے مختلف خطوں کے بادشاہوں، قبائل سرداروں اور علاقہ کے معززین کو دینِ اسلام سے آگاہی کے لیے عملی کاوشیں فرمائی۔ "اس کے بعد ہی عرب اور بیرون عرب میں اسلام کے واعظ اور قاصد اور مبلغ بھیجے گئے اور دنیا کے اراء و سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے گئے اور عربوں کے علاوہ دیلم، ایران، حبشہ، اور روم کے طالبین اسلام لے آئے اور فیضانِ حق سے سیراب ہوئے مشرکین عرب یہود عیسائی اور پارسی سب نے آپ ﷺ کے زمانہ ہی میں آپ ﷺ کے نور سے روشنی حاصل کی۔"[۳۴]

دعوت و تبلیغ میں نبوی ﷺ حکمت عملی:

آنحضرت ﷺ کے مزاج ومزاق پر تعلیمات ربانی کی ہی چھاپ تھی اور دعوت و تبلیغ کے کام میں بھی جابجا اس کا اثر نمایاں ہے دعوت و تبلیغ کا حکم جس قدر تاکید کے ساتھ قرآن کریم میں ہے اسی قدر تاکید ہمیں آنحضرت ﷺ کے عمل سے ملتی ہے۔ "اسلام اور قرآن کریم کی رو سے دعوت و تبلیغ کی اہمیت اور تاکید کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ دعوت کا لفظ قرآن کریم میں دوسو (۲۰۰) سے زائد مرتبہ استعمال ہوا ہے اور تبلیغ کا لفظ ستر (۷۰) مرتبہ سے زیادہ آیا ہے۔"[۳۵]

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس فریضہ موکد کی ادائیگی میں پیغمبر اسلام ﷺ نے کس حکمت عملی سے کام لیا۔

دعوت و تبلیغ کی بحیثیت مجموعی حکمت عملی:

کلام ربانی کو رب ذوالجلال کی مخلوق تک پہنچانے کے لیے ہادی عالم ﷺ نے تبلیغِ دین کے ہر ممکنہ انداز وطریقہ کو اپنایا۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ صاحب:

"رسول اللہ ﷺ یہ چاہتے تھے تبلیغ کا ایک طریقہ نہ ہو بلکہ ہر طریقہ ممکن کوشش سے کر کے دیکھ لی جائے۔"[۳۶]

آپ ﷺ کی دعوت کسی خاص شخص، علاقہ، قوم اور نسل کے لیے نہ تھی، بلکہ دعوت و تبلیغ کا مصداق ہر طبقہ کے لوگ تھے، چنانچہ رحمت عالم ﷺ نے مخاطب کو قبولیتِ حق کی جانب متوجہ کرنے کے لیے نہایت مدبرانہ، حکمت اور جامع انداز اختیار فرمایا۔ ڈاکٹر خالد علوی آپ ﷺ کی دعوت کے منہج پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"پیغمبرانہ منہاج دعوت جس طرح فکری اعتبار سے منفرد ہے اسی طرح عملی اظہار کے لحاظ سے بھی خصوصی نوعیت کی حامل ہے۔ اس میں منفی ہتھکنڈوں، زیر زمین سرگرمیوں اور ناجائز ذرائع کے استعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔[۳۷] اس میں وہ تمام طریقے استعمال کیئے گئے جن سے دعوت الی اللہ کے کامل ابلاغ میں مدد مل سکتی تھی۔ ان میں تقریر، تحریر، اجتماعی خطاب، انفرادی ملاقات، اعتراضات کے جوابات، مباحثہ اور معجزات کا اظہار وغیرہ شامل ہیں۔"[۳۸]

یہی وجہ ہے کہ سرور کائنات نے تبلیغ دین میں ابلاغ کے تمام طریقے استعمال کیے، یعنی جامع حکمت عملی راستہ پر چلے اور اس کے تحت وہ تمام طرز ہائے عمل آجاتے ہیں جو مخاطب کو قبول حق پر آمادہ کرے مثلا موقع عمل کا لحاظ، مخاطب کی نفسیات کی، عقلی استدلال وغیرہ۔

مدنی دور نبوی ﷺ میں دعوت و تبلیغ کی حکمت علمی:

حضور ﷺ نے اس فریضہ ربانی کی ادائیگی کے لیے وعظ و نصیحت اور تعلیم وتدریس سے لے کر میدان کارزار تک تمام تحریکوں کو برتا اور پرکھا سطور منتظر میں انہیں طرق تبلیغ کا ایک چھچھلتا ہوا عکس مطالعہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مدنی دور

نبوت ﷺ میں رسول اکرم ﷺ کی دعوت و تبلیغ کی حکمت عملی کو ان بڑے عنوانات اور ان کے ذیلی عنوانات کے تحت مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ اپنے مقام کے علاوہ کار دعوت کی حکمت عملی
۲۔ مبلغین کا ارسال کرنا
۳۔ دعوت و تبلیغ کیلئے جماعتیں ارسال کرنا اور اس کی حکمت عملی
۳۔ مراسلات و مکتوبات کے ذریعہ تبلیغ کی حکمت عملی
۵۔ سرداروں اور صنادید کو دعوت کی حکمت عملی
۶۔ وفود کو دعوت اور اس کی حکمت عملی
۷۔ مدارس کا قیام اور اس کی حکمت علمی
۸۔ خواتین کی تعلیم و تربیت کے ذریعے تبلیغ اور اس کے نتائج
۹۔ تبلیغ کے لئے زبانیں سیکھنا
۱۰۔ جہاد سے بین کی حکمت عملی

۱۔ اپنے مقام کے علاوہ کار دعوت کی حکمت عملی:

اپنے مقام پر جب آتش عناد و فساد شعلہ زن ہو اور داعی ایک صخر بن جائے تو ہر کہہ ومہ اس آتش عناد و خلاف میں خواہ و مخواہ جل جاتا ہے اور قبولیت حق کے بجائے دعوت کا تمسخر ایک فیشن بن جاتا ہے تو ان سنگین حالات میں دعوت و تبلیغ کی حکمت عملی اور فہم او فراست اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ دعوت کے کام کو ایسے مقام پر شروع کیا جائے جہاں تاحنوز اس آتش کی آنچ نہیں پہنچی ہو اسی حکمت عملی کو عملی جامہ پہناتے ہوئے مکہ مکرمہ میں رحمت عالم ﷺ نے طائف کا سفر کیا، جس میں اہل طائف کے ناروا سلوک کے باوجود آپ ﷺ نے اُن کی ہدایت کی دعا فرمائی۔[۳۹]

مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد اسلامی ریاست کے قیام اور انتظامی امور کی تشکیل کے ساتھ آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے لیے مختلف قبائل میں صفہ کے تیار شدہ احباب کو بھیجا۔ یثرب میں مسکونہ عربی قبائل اور اہل یہود کو دین اسلام کے اثرات و ثمرات اور دین حق کی جانب راغب کرنے اور امن وامان قائم کرنے کے لیے معاہدات کیے، انصاری قبائل کی عداوت اور دشمنی کا خاتمہ فرمایا، جس کی وجہ سے یہی لوگ اسلام کے حلقہ میں داخل ہو کر ایک دوسرے پر اپنی جان نچھاور کرنے والے بننے لگے تو حاسدین ان کے درمیان عداوت کی چنگاری دوبارہ ہوا دینے کی کوشش کی، جس نبی کریم ﷺ نے فہم وفراست اور تبلیغ کے ذریعہ دفنا دیا۔ سیرۃ ابن ہشام میں ہے:

"۔۔۔ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فِيمَنْ مَعَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ الْمُهَاجِرِينَ حَتَّى جَاءَهُمْ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهَ اللَّهَ، أَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ بَعْدَ أَنْ هَدَاكُمْ اللَّهُ لِلْإِسْلَامِ، وَأَكْرَمَكُمْ بِهِ، وَقَطَعَ بِهِ عَنْكُمْ أَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَاسْتَنْقَذَكُمْ بِهِ مِنْ الْكُفْرِ، وَأَلَّفَ بِهِ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ، فَعَرَفَ الْقَوْمُ أَنَّهَا نَزْغَةٌ مِنْ الشَّيْطَانِ۔۔۔ ثُمَّ انْصَرَفُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَامِعِينَ مُطِيعِينَ"[۴۰]

یعنی جب آپ ﷺ کے اوس وخزرج کے درمیان لڑائی اور ہنگامے کی خبر پہنچی تو رحمت عالم ﷺ اُسی وقت ان پاس تشریف لے گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں (اسلام کی دولت عطا فرمانا، دونوں قبائل کے درمیان محبت والفت کا پیدا کرنا اور جاہلیت کی نفرتوں کو مٹادینا وغیرہ) کا تذکرہ فرمایا اور جس کی وجہ سے انہیں یہ ادراک ہو کہ ہم شیطان کے فریب میں آکر آپس کی الفت اور بھائی چارے کو ختم کر کے دشمنی کو پھیلانے لگے تھا۔ اپنی غلطی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے۔

نیز معاہدات کے اصول وضوابط کی عہد شکنی اور معاہدہ کی روح کے اعتبار سے بعض شقوں کی بابت گفتگو کرنے کے لئے رحمت عالم ﷺ دیگر قبائل کے پاس بذاتِ خود تشریف لے جاتے، جس کا ایک مقصد اسلامی تعلیمات کو اجاگر کرنا اور دین اسلام کی جانب مائل کرنا مقصود تھا، جیسے قبیلہ بنو نضیر میثاق مدینہ کی رو سے دیت میں اعانت کی بابت بات کرنے کی غرض سے سرورکائنات ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے، بقول صاحب سیرت المصطفیٰ:

"بنی نضیر بھی چونکہ بنی عامر کے حلیف تھے اس لئے ازروئے معاہدہ دیت کا کچھ حصہ جو بنی نضیر کے ذمہ واجب الاداء تھا اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اس دیت میں اعانت اور امداد دینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔۔۔آپ ﷺ جا کر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ بنو نضیر نے بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور خون بہا میں شرکت اور اعانت کا وعدہ کیا لیکن اندورنی طور پر یہ مشورہ کیا کہ ۔۔۔ایک بھاری پتھر گرادے تاکہ نصیب دشمناں آپ دب کر مرجائیں۔۔۔آپ ﷺ کو ان کے مشورہ سے بذریعہ وحی مطلع کردیا (گیا)، آپ ﷺ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے۔۔۔"[۴۱] (کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، سیرت مصطفیٰ ﷺ، کتب خانہ مظہری، کراچی، ن م، ۲/۲۵۹-۲۶۰)

اسی طرح آپ ﷺ کسی مہم پر تشریف لے جاتے اولاً دین اسلام کی دعوت دیتے، جیسے غزوہ بنو مصطلق / غزوہ مریسیع میں قبیلہ بنو مصطلق رحمت عالم ﷺ نے دین اسلام کی تبلیغ دی۔ مغازی واقدی میں ہے:

"ثُمّ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ بْنَ الْخَطّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَنَادَى فِي النّاسِ: قُولُوا لَا إلَهَ إلّا اللهُ، تَمْنَعُوا بِهَا أَنَفْسَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ.فَفَعَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَبَوْا. "[٤٢]

(پھر رسول اللہ ﷺ نے عمر بن خطاب ؓ کو حکم دیا کہ مشرکوں سے یوں کہیں: "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، لہٰذا اسی کے ذریعہ اپنی جان ومال کو کو محفوظ کرلو۔" چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہ بات کہی، مگر انہوں نے انکار کردیا۔)

(الواقدی، محمد بن عمر، المغازی، محققہ، مارسدن جونس، دارالاعلمی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء، ۱/۴۰۷)

رحمت عالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ریاستی امور اور ذمہ داریوں میں مصروفیت کے باوجود بھی وقت وحالات کی نزاکت وموقع محل کو مدنظر رکھتے ہوئے بنفس نفیس دین کے پیام کو عام کیا۔

۲۔ تبلیغ کے لئے مبلغین ارسال کرنا:

قرآن کریم میں آپ ﷺ کا فریضہ واجبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

"ولتنذرام القرى ومن حولها"[٤٣]

کہ اہل مکہ اور اس کے گرد وپیش کو متنبہ کیجئے

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا مکہ مکرمہ (ام القری) اور ملحقہ علاقوں میں بذات خود اِس تبلیغی فریضہ کو انجام دیتے رہے۔[۴۴]

ہجرت مدینہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے دارالسلام میں آنے والے نو مسلموں کی تعلیم وتربیت کے لیے، نیز اطراف ملک اور عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں اسلام کی تبلیغی پیام بھیجنے کے لئے ایک جماعت کی بنیاد رکھی، جو کہ تاریخ میں اصحاب صفہ (چبوترے والے) کے نام سے مشہور ہے۔ انہی حضرات کی تبلیغ ومساعی جمیلہ کے ذریعے عرب اور بلاد عرب میں اسلام کا پیام عام ہوا۔ علامہ شبلیؒ ان کی کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ان ہی مبلغوں، داعیوں اور قاصدوں کی پکار تھی جس نے یمن، یمامہ، بحرین، حجاز، نجد، غرض پورے عرب کو

بیدار کر دیا اور عرب سے باہر ایران، شام، مصر حبش، ہر جگہ اسلام کا پیغام پہنچایا۔"[45]

مبلغین کے ذریعے اشاعت دین کی تبلیغ سرور دوجہاں ﷺ کی حکمتوں میں ایک حکمت تھی، جس نے دین کی ترویج اور پیام کو عام کرنے میں بہت بڑا اور اہم کردار ادا کیا۔

۳۔ دعوت و تبلیغ کیلئے جماعتیں ارسال کرنا اور اس کی حکمت عملی:

موقع محل اور ضرورت کے وقت آپ ﷺ نے مختصر اور بڑی جماعت میں بھیجنے کی حکمت عملی پر بھی عمل کیا اور اسی چیز کا نام حکمت ہے۔"وضع الشئي في موضعه."[46]

آنحضرت ﷺ کو ساری عالم کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وما ارسلنک الا کافة للناس الا بشیرا ونذیرا"[47]

(ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔)

مذکورہ بالا آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختلف قبائل کے سائلین کی ایما پر دینِ حق کی تبلیغ و تعلیم کے لیے رحمت عالم ﷺ نے جماعتیں بھیجیں۔ان میں سے کچھ جماعتیں نے راہ حق میں جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا۔کچھ جماعتیں اپنے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب رہیں اور کچھ ناکام۔ڈاکٹر حمید اللہ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ساری دنیا کے لئے آپ بھیجے گئے ہیں اور قیامت تک کے لئے (تو یہ ۲۳ سالہ دور نبوت کیسے ممکن ہو سکے گا) تو اس کا حل کیا کریں، دو چیزیں نظر آتی ہیں جو حضور اقدس ﷺ نے اختیار فرمائیں، ایک تو چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو تبلیغ کے لئے بھیجا جاتا تھا اس میں کچھ کامیابی بھی ہوتی تھی اور ناکامی بھی ہوئی تھی۔"[48]

مختلف قبائل کو اسلام کی دولت سے منور کرنے کے لیے ارسال کی گئی جماعتوں کا سلسلہ کب شروع ہوا، اس بابت علامہ شبلی نعمانی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"غزوہ بدر کے بعد جب قریش کا زور ٹوٹ گیا اور ملک میں اسلام بھی ایک قوت شمار ہونے لگا تو آنحضرت ﷺ نے بعض بعض قبیلوں کی درخواست پر مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو تبلیغ و تعلیم کے لئے ادھر ادھر بھیجا۔"[49]

انہی جماعتوں میں سے ایک جماعت عضل اور قارہ قبائل کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات اور عقائد کی تعلیم اور تربیت کی غرض سے روانہ فرمائی، اس جماعت کے مقصد کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن حزم اندلسی رقم طراز ہیں:

فذكروا له صلى الله عليه وسلم أن فيهم إسلاما، ورغبوا أن يبعث نفرا من المسلمين يفقهونهم في الدين، فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم معهم ستة رجال من أصحابه---وأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم مرثد بن أبى مرثد۔[50](ابن حزم، علی بن احمد، جوامع السیرۃ النبویۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ن م، ۱/۱۴۱)

۴۔ مراسلات و مکتوبات کے ذریعہ تبلیغ کی حکمت عملی:

آنحضرت ﷺ نے اسلام کے لئے جو ذرائع اختیار فرمائے تھے ان میں گراں قدر مکاتیب ارسال فرمانے کا طریقہ بھی تھا، حدیبیہ سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے بلاد عالم کے بادشاہوں کے پاس تبلیغ دین کے لیے خطوط بھیجے اسی مقصد کی غرض سے آپ ﷺ نے مہر مبارکہ بھی بنوائی۔ رحمت عالم ﷺ نے تبلیغ دین اور ترویج اسلام کے لیے ہر ممکنہ طریقہ اختیار فرمایا۔

"اسی طرح مختلف حکمرانوں کو خطوط بھیجے گئے تھے، انہیں اسلام کی تبلیغ کی گئی تھی اور حضور اکرم ﷺ چاہتے تھے کہ ان کا ایک ہی طریقہ نہ ہو، ہر ممکن طریقہ کوشش کر کے دیکھ لیا جائے۔"[۵۱]

دعوت و تبلیغ کے لیے بھیجے گئے مراسیل کی تعداد کی بابت تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ رقم طراز ہیں:

"تاریخ نے ایسے کوئی دو اڑھائی سو خطوط محفوظ کئے ہیں جو آنحضرت ﷺ نے مختلف قبائلی شیوخ، صوبہ جاتی افسروں اور ہمسایہ حکمرانوں کے نام تحریر فرمائے تھے۔ جو شخص پورے جزیرہ نمائے عرب کا حکمران بن چکا ہو، اس کے لئے یہ تعداد کچھ بڑی نہیں۔"[۵۲]

ان خطوط ومکتوبات کا مقصد، افادیت اور اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری لکھتے ہیں:

"بہر حال: رسول اللہ ﷺ نے بلاغ مبین میں کوئی کوتاہی نہیں فرمائی اور امت کو بتادیا کہ جیسے جان ومال جسم وزبان سے حق کی طرف دعوت دی جاتی ہے اسی طرح قلم اور کاغذ اور خطوط کے ذریعے دعوت کا کام موقع بموقع کرتے رہنا چاہئے۔"[۵۳]

یعنی امت کا یہ درس دینا بھی مقصود تھا کہ ہر زمانہ کے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُن تمام ذرائع کو دعوت و تبلیغ کے لیے استعمال کرنا چاہیے، جن کے ذریعے دوسروں تک پیغام ربانی پہنچ سکے۔

۵۔ سرداروں اور صنادید کو دعوت کی حکمت عملی:

مزید برآں! قوم کا معزز طبقہ اور مقتدر لوگوں کو ہی عمومی معاشرہ میں ذہنی اعتبار سے معتبر وبرتر سمجھا جاتا ہے اور اُن کے دعوت کو قبول کرنے سے اور تائید کی وجہ سے تبلیغ اور دعوت کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور اِدعوت کو دوچند قوت حاصل ہو جاتی ہے، نیز ان لوگوں کے فکر سلیم کو قبول کرنے کی وجہ سے بڑے نظام کو چلایا جاسکتا ہے، ان وجوہات کی بنا پر کوئی دعوت جس کا مقصد ایک اہم فکری و عملی انقلاب ہو، اس طبقہ سے اغماض نہیں برت سکتی چناں چہ جب حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو اولین درجہ میں حکم دیا گیا۔

"فَاصدعُ بِمَا تُؤمَرُ"[۵۴]

(آپ کو جو حکم دیا گیا ہو وہ صاف صاف سنادیا۔)

اسی وجہ سے آپ ﷺ کو اولاًاپنے قریبی رشتہ داروں، جو کہ مکہ مکرمہ کے معززین تھے، کو دین کی تبلیغ ودعوت کا حکم دیا گیا۔ قرآنی صراحت موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے عمومی دعوت بر سر اقتدار طبقے اور باثر لوگوں سے شروع کی۔ مولانا مودودی اس کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ایک داعی جب اپنی دعوت کا آغاز کرنے لگتا ہے تو فطری طور پر اس کا رجحان اس طرف ہوتا ہے کہ قوم کے باثر لوگ اس کی دعوت قبول کرلیں تاکہ کام آسان ہو جائے ورنہ عام بے اثر، معذور یا کمزور لوگوں میں دعوت پھیل بھی جائے تو اس سے کوئی بڑا فرق نہیں پڑ سکتا۔"[۵۵]

معاشرہ کے بااثر افراد کے دعوت کو قبول کرنے کی وجہ سے اس تحریک کو پھلنے اور پھولنے میں مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ عمومی اور نچلے طبقے آسانی سے اس (تحریک) کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ اس امر کی افادیت، اثرات وثمرات کی بابت ڈاکٹر نثار احمد لکھتے ہیں:

"اور اہم بات یہ ہے کہ انسانوں کی ہر اجتماعیت میں ایسے افراد موجود رہے ہیں جنہیں "Opinion Leader" کہا

جاتا ہے۔ یہی لوگ اپنی صلاحیتوں، تدبیروں اور جہتوں کی وجہ سے پورے معاشرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اگر یہ طبقات رکاوٹ بنیں تو نچلے طبقوں سے شروع کی ہوئی تحریک کا زیادہ وقت صرف ہوتا ہے اور بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"[٥٦]

انہی وجوہات کی بناء پر ہادی عالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرہ کے قیام کے بعد قرب وجوار کے قبائل کے معززین، سرپرستوں کو حق کو تسلیم کرنے کی دعوت دی، جس کا عملی مظہر مدینہ منورہ کا معاشرہ اور سوسائٹی تھا۔

٦۔ وفود کو دعوت اور اس کی حکمت عملی:

وفد (الوفد) وافد کی جمع ہے اور وفود اس کی جمع الجمع ہے۔ وفد کا لغوی معنیٰ ہے مشترکہ مقصد کے لیے بھیجے جانے والے لوگوں کی جماعت (Deputation) یا سفارت، یا وہ لوگ جو اکٹھے کسی شہر میں جائیں یا ایسے لوگ جو کسی مشترکہ غرض کے لئے کسی حاکم یا سربراہ مملکت کے پاس جائیں۔[٥٧] تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں جب اسلامی ریاست کی تاسیس فرمائی! تو اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم سے حضور ﷺ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں صرف دس برس کے قلیل عرصہ میں سلطنات اسلامی کا رقبہ دس لاکھ مربع میل اور ایک رائے کے مطابق بارہ لاکھ مربع میل تک وسیع ہو گیا۔ اتنی تھوڑی مدت میں اتنی عظیم کامیابی کا راز آپ ﷺ کا وہ تبلیغی نظام تھا جو رب کائنات نے آپ کو سمجھایا تھا۔

اس وسیع تبلیغی نظام میں وفود کا کردار بھی بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ ان لوگوں نے اپنے قبائل میں تبلیغ کا فریضہ بڑی سرگرمی سے انجام دیا، یہ کہنا بجا ہوگا کہ وفود کا تذکرہ سیرت طیبہ کا ایک اہم باب ہے۔[٥٨]

مصنف سیر شامی نے زیادہ استقصاء کیا ہے اور ایک سو چار وفود کے حالات بہم پہنچائے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد ہر طرف سے سفارتیں آنا شروع ہو گئیں اور بجائے چند کے باقی جس قدر سفارتیں آئیں انہوں نے بارگاہ نبوت میں پہنچ کر وہ کچھ دیکھا کہ واپس آئے تو ایمان کی دولت سے مالا مال آئے۔[٥٩]

وفود سے حسن تبلیغ و دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری رقم طراز ہیں۔

ڈیپوٹیشنوں کا آنا، واپس جانا، ہر منزل اور ہر راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا اور اسلام کی آواز سب لوگوں کے کانوں تک پہنچانا کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی مدافعانہ لڑائیاں تو جن میں بامر مجبوری شامل ہونا پڑا ملک کے ایک محدود دائرہ ہی میں تھیں لیکن ان ڈیپوٹیشنوں کو دیکھ کر ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے میں چلے آتے تھے، ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں جو نبی ﷺ نے چٹیل میدان میں بہا دیئے۔ جن کی طرف تمام پیاسے چلے آتے تھے۔ دعوت عام کی دوسری دلیل زبردست ان وفود کا حاضر ہونا ہے۔[٦٠]

ان وفود کے ساتھ آپ ﷺ کی گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ دین سکھانے اور اسلام کی تعلیم دینے کا کتنا عمدہ طریق اختیار فرماتے ہیں۔[٦١] وفود کی دعوت و تبلیغ کی کامیاب حکمت عملی پر تبصرہ کرتے ہوئے وفود عرب بارگاہ نبوی ﷺ میں کے مصنف لکھتے ہیں۔

کچھ وفو و ہجرت نبوی سے پہلے مکہ آکر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہجرت کے بعد وفود کی آمد کا سلسلہ ۵ ہجری میں شروع ہوا اور آپ ﷺ کی وفات سے باختلاف روایت چار ماہ یا چالیس دن تک جاری رہا۔ ۹ھ میں تو تو اس

کثرت سے وفود آئے کہ اس سال کا نام ہی "عام الوفود" پڑ گیا۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے چند سال بعد قیصر و کسری کے تخت الٹ دیئے اور ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا کر دیا۔ رضی اللہ عنہم و رضواعنہ۔ [٦٢]

ان وفود کو اسلام کی دعوت دینے کے ساتھ اسلامی تعلیمات سے متعلقہ امور کو عملاً زندگی کا حصہ بنانے کی عملی کاوش کی جاتی تھی۔اسلام کی ترویج میں اور دیگر قبائلی علاقوں کو حلقہ بگوش اسلام ہونے میں ان وفود نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔جس کی وجہ سے دور دراز علاقوں کے قبائل اور لوگوں تک ہدایت ایمانی اور اسلامی تعلیمات کو عملی شکل میں پہنچانے میں مدد ملی۔

۷۔مدارس کا قیام اور اس کی حکمت عملی:

مدارس و معابد علم کے مراجع، معرفت کے منابع اور ٹھوس دینی تعلیم و دعوت و تبلیغ کے لئے موثر رجال کار تیار کرنے کے مصادر ہیں، کتب سیرت اس صداقت سے بھری پڑی ہیں کہ عرب بھر میں بھیجے جانے والے مبلغین اسلام، دعاۃ اور سفراء کرام اسی علمی درس گاہ کے تعلیم یافتہ ہوتے۔مکہ مکرمہ میں حضرت ارقم بن ابی الارقم مخزومی نے اپنا گھر تبلیغی اور اجتماعی ضروریات کے لئے ہادی انام ﷺ کی نظر کر دیا۔ تمام مسلمان مکان کا دروازہ بند کر کے یہیں نماز پڑھنے لگے ، نئے لوگ اسی مکان میں آکر اسلام قبول کرتے اور اسلامی تعلیمات سنتے۔ [٦٣]

ہجرت مدینہ کے بعد رحمت عالم ﷺ نے وسیع و منظّم انداز میں تعلیم وتربیت کا انتظام فرمایا، جس کی بابت ڈاکٹر نثار احمد لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ میں بڑے پیمانے پر تعلیم وتربیت کے انتظامات کے سلسلہ میں مسجد سے ملحق، صفہ کو کسی طور پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا، مدینہ تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر ہوئی تھی اور اسی کے ساتھ ساتھ صفہ اور چبوترہ بھی تعمیر کیا گیا تھا درس گاہ صفہ میں نہ صرف مقیم طلباء کی تعلیم کا انتظام تھا بلکہ ایسے لوگوں کی تعلیم کا بھی جن کے گھر مدینہ میں تھے اور وہ صرف علم کے لئے وہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ مقیم طلباء کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت ان کی تعداد ستر بھی تھی [٦٤]

بعض مؤلف اہل صفہ کے ۴۰۰ طلبا کا ذکر کرتے ہیں جو تعجب نہیں۔ ایک ہی دن کی حاضری ہو۔[٦٥] صفہ کو موجودہ زمانہ میں رہائشی جامعہ (Residential University) کہتے ہیں۔یعنی طلباء کے رہنے کا بھی انتظام ہے، اور تعلیم کا بھی۔[٦٦] بعض مؤرخین کی تصریحات کے مطابق مدینہ میں صفہ کے علاوہ ایک اور اقامتی درسگاہ بھی تھی۔ جو مخزمہ بن نوفل کے مکان میں "دار القریٰ" کے نام سے قائم تھی[٦٧] آپ ﷺ جب قبیلہ اوس کے علاقہ قبا میں پہنچے تو یہاں پر ایک مسجد بنائی جب قبا سے نکل کر آپ بنی خزرج کی شاخ بنو نجار کے علاقہ میں آئے تو وہاں پرانی مسجد کی توسیع کر کے مسجد نبوی کی تعمیر ہونے لگی جس میں رسول ﷺ کی رہائش گاہ کے کمرے بھی تھے اس بڑی مسجد کی تعمیر میں کچھ عرصہ لگا لیکن یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس مسجد کا ایک حصہ تعلیم گاۃ کے طور پر مخصوص کر دیا گیا اسی مقام کو ہم صفہ کا نام دیتے ہیں [٦٨]

اسی طرح یہ روایت بھی ملتی ہے کہ صفہ کے بعد جلد ہی اور مدرسے قائم ہوئے۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ مدینہ میں عہد نبوی ﷺ میں ۹ مساجد تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے محلّہ کی مسجد میں اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کرو، سب کے سب مرکزی مسجد میں نہ آیا کریں۔کیونکہ اس طرح طالب علموں کی تعداد بڑھ جانے کا اندیشہ تھا جس سے

سب کی تعلیم متاثر ہوتی اور ناکافی اساتذہ کے باعث بستوں کی تعلیم پانے کا موقع نہ مل سکتا شاید مسافت اور عمل و نقل کا بھی مسئلہ تھا اسی طرح ہمیں اس کا بھی پتہ چلتا ہے کے تعلیم دینے کے لیے رسول ﷺ لوگوں کو باہر ہی بھیجا کرتے تھے [69]

بہر حال! کسی معاشرے کے اجتماعی شعور اور انفرادی تشخص کے ارتقاء کا دارومدار اس کے نصاب تعلیم اور نظم تعلیم پر منحصر ہے جسم کا ماحول اس معاشرہ کے مکاتب و مدارس کا ہو گا وہی ماحول پوری معاشرے میں رواج پائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے تعلیمی نظام اور درس گاہوں کی عظمت پر بہت زور دیا ہے، پڑھنے پڑھانے کی فضیلت و اہمیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے آنحضرت ﷺ کی بنا درس کی حکمت عملی نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں کیا رنگ دکھایا اور آپ کے تیار کردہ رجال کار اور مبلغین نے دعوت و تبلیغ کے مجال و میدان میں کیا کارہائے نمایاں سر انجام دیے عظیم سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندوی کے الفاظ میں دیکھیے۔

مدینہ منورہ آکر اسلام نے امن و اطمینان کی سانس لی تو آنحضرت ﷺ نے ان نو مسلموں کی تعلیم کے لیے جو اطراف ملک سے دارالاسلام میں آتے تھے نیز ملک کے مختلف غوشوں میں اسلام کی تبلیغ کے لیے ایک جماعت قائم کی جس کا نام عام طور سے اصحاب صفہ مشہور ہے اس میں بعض اوقات سو سے زیادہ آدمی داخل رہے ہیں یہ اصحاب صفہ ملک میں اسلام کی دعوت کے لیے بھیجے جاتے اور خود نو مسلموں کو تعلیم دیتے، بیر معونہ میں ستر کے قریب جو داعی اور مبلغ راہ میں بے دردانہ قتل ہوئے تھے وہ اسی جماعت کے ارکان تھے۔ ان کے علاوہ اکابر صحابہ جو وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں بادشاہوں قوموں اور قبیلوں میں اسلام کی دعوت لے کر پھیلے۔[70]

کتب احادیث و سیر میں متعدد مبلغین، داعیوں اور قاصدوں کے نام متفرق مقام موجود ہیں، جن کی پکار اور دعوت کی بدولت بلاد عالم کے مختلف علاقوں [یمن، شام، یمامہ، حجاز و نجد، بحرین اور عرب کے قبائل] بالخصوص پورے عرب میں فکری بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے ظلمت کی عمیق طوق سے اپنی روح کو پاک کیا، اسی طرح انہی داعیانِ نبوت کی بدولت عرب کے علاقوں سے باہر بسنے والوں [ایران، شام، مصر، حبشہ وغیرہ] تک اسلام کا پیغام اور دین متین کا صدا پہنچی۔

۸۔ خواتین کی تعلیم و تربیت کی حکمت عملی اور اس کے نتائج:

اصلاح نسواں در اصل اصلاح انسانیت ہے، سماجی تہذیب و شائستگی کی بنیاد ہے کیونکہ نسل انسانی عورت کی گود میں تربیت پائی ہے اس لئے ماں کی گود کو اولین درس گاہ قرار دیا جاتا ہے۔[71] انسان کا پہلی مربی و معلم ماں ہے، جس کی تعلیم و تربیت پر قوموں کے مستقبل کا فیصلہ ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے ان کی تعلیم و تربیت کا احسن انتظام فرمایا، اُن احوال کی منظر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ادریس لودھی رقم طراز ہیں:

آنحضرت ﷺ نے نسل انسانی کے ان دونوں افراد (مرد و عورت) کی تعلیم و ترقی کے لئے یکساں اہتمام کیا۔ کیونکہ کے تعلیم سے مرد کی ذہنی جسمانی اور روحانی تربیت ہوتی ہے اور فرد کو اجتماعی زندگی میں اپنا تعمیری کردار ادا کرنے کے قابل بناتی ہے جہالت اور لاعلمی فرد اور اجتماعیت دونوں کے لیے بیرونی حملہ آور دشمن سے زیادہ خطرناک اور مضر ہے کیونکہ تعلیم کا مقصد فرد کو تمام فرائض بطریق احسن ادا کرنے کے قابل بنانا ہے [72]

ایک با مقصد زندگی کو گزرانے اور نفسانی خواہشات و شیطان کے حیلوں اور چالوں سے بچانے میں علم بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اس

لیے علم کا دائرہ کار کسی ایک انسان یا فرد تک محدود نہیں، بلکہ انسانیت کے تمام افراد وطبقات کا دین متین کی تعلیمات کا جاننا از بس ضروری ہے ،اسی باب ڈاکٹر خالد علوی رقم طراز ہیں :

" معلم خیر نے اپنی تعلیم کو صرف ایک طبقہ تک محدود نہیں رکھا جاتا بلکہ آپ ﷺ معاشرے کے ہر طبقہ کو استفادہ کا موقع دیتے تھے، خواتین نے مطالبہ کیا ہمیں بھی وقت ملنا چاہئے تو آپ ﷺ نے ان کے لئے الگ وقت مقرر فرمایا، ان کے مسائل بغور سنتے اور جواب دیتے تھے۔" [۴۳]

عہد رسالت میں عورتوں کی دین تعلیم کا باقاعدہ انتظام تھاوہ مردوں کی طرح درسگاۃ نبوی میں حاضر نہیں ہوتی تھیں مگر مختلف طریقوں سے تعلیم حاصل کرتی تھیں قرآن کی تعلیم خاص طور سے صحابہ کرام اپنے گھروں میں عورتوں اور بچوں کو دیا کرتے تھے اور انہی اسے عام کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ جیسے " حضرت شفاء بنت عبد اللہ عہد نبوی ﷺ کی عقلاء النساء اور فضلاء النساء تھیں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس قیلولہ فرماتے [۴۴] یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رشتہ دار تھیں اور لکھنے پڑھنے کی بھی ماہر تھیں آنحضرت ﷺ نے انکو مامور فرمایا تھا کے وہ آپ ﷺ کی بیوی ام المومنین حضرت حفصہ کو بھی لکھنا پڑھنا سکھلائیں یقینا انھوں نے بھی ترویج اسلام میں بہت حصہ لیا ہوگا ابن حجرؒ کے مطابق خلیفہ حضرت عمر ان کو بہت چاہتے تھے اور مدینے کے بازار میں نگرانی وغیرہ کی کچھ خدمت بھی ان کے سپرد کی تھی ممکن ہے عہد نبوی ﷺ میں بھی وہ یہ کام کرتی رہی ہوں اور حضرت عمر نے اسے جاری رکھا ہو ورنہ حضرت عمر اتنی بڑی جرت نہ کرتے۔" [۴۵]

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے خواتین کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرمائی اور اس کا کیا نتیجہ نکلا اور آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت نسواں کی پالیسی اور حکمت عملی کیا رنگ لائی اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے اس بابت ڈاکٹر نثار احمد لکھتے ہیں :

آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت کا اثر تھا کے خواتین اسلام نے دعوت و تبلیغ کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان خواتین کے ہاتھوں باغ اسلام کی جو آبیاری ہوئی وہ مخفی نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی سیاست میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی اہمیت دی گئی۔ عہد نبوی ﷺ میں نہ صرف معلّمین بلکہ معلمات بھی اشاعت تعلیم میں حصہ لیتی تھیں۔ [۴۶]

عہد رسالت میں عورتوں میں دینی امور بابت جاننے کے بعد عورتوں اپنی ذمہ درایوں کے ساتھ دین کی تعلیم کے فروغ میں اپنے طاقت واستطاعت کے مطابق اس فریضہ کو ادا کرتی تھی، سہیلوں، والدین، بہن بھائی اور اولاد وغیرہ کو دین امور کو بجالانے کی ترغیب اور نقصانات سے آگاہ کرتی تھی اور اولاد کی تربیت میں دینی تعلیمات کو ملحوظ رکھتی تھیں، چنانچہ عورتوں کی تبلیغی مساعی سے متعلق عظیم محقق واسکالر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب خامہ فرسا ہیں :

" غرض اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تبلیغ اسلام میں عورتوں نے بھی رسول اکرم کا ہاتھ خوب بٹایا، اپنے شوہروں، ملازموں لونڈی، غلاموں کو نیز اپنے رشتہ داروں اور ملنے والی سہیلیوں کو اسلام لانے کی ترغیب دی، اسلام کی راہ میں طرح طرح کی تکلیفیں بھی سہیں۔ حبشہ کی ہجرت بھی ان کی پختہ ایمان کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ حبشہ کے عیسائی ماحول میں بی بی ام حبیبہ کے شوہر عبید اللہ بن جحش اور بی بی سودہ کے شوہر سکران اسلام سے ارتداد کر کے عیسائی ہوگئے ، مگر یہ دونوں بیبیاں اسلام پر ثابت قدم رہیں، اس کے اجر میں دونوں کو ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا [۴۷]

عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں متعدد صحابیات علم میں نمایاں مقام رکھتی تھی، جنہوں نے تزکیہ، متعدد علوم وفنون میں کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کی بابت محمد اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں: ام المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ فقیہہ امت کے لقب سے مشہور اور حدیث فرائض واحکام حلال وحرام اخبار واشعار طب و حکمت سمیت بہت سے علوم کی جامعہ اور ان علوم میں اپنے زمانے میں سب سے فائق تھیں اسی طرح طبقہ صحابہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ ،ام المومنین حضرت ام حبیبہ حضرت میمونہ، حضرت جویریہ اور حضرت اسماء بنت ابو بکر، حجرت ام عطیہ انصاریہ وغیر بہت سی صحابیات علم میں نمایاں مقام کی حامل تھیں اور ان سے سے بہت سے کبار تابعین نے حدیث روایت کی صحابیات کے بعد بھی ایسی خواتین پیدا ہوتی رہیں جنہوں نے روایت حدیث درس حدیث تصنیف وتالیف وعظ وتذکیر رشد وہدایت تزکیہ نفس کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور ہزارہا تشناگان علوم ان سے فیض یاب ہوئے [۷۸]

الغرض رحمت عالم ﷺ کے خواتین کی تعلیم وتربیت کی حکمت عملی کی وجہ سے صحابیات نے تبلیغ دین واشاعت دین میں بہت اہم کردار ادا کیا، جس کی بدولت ابتدائی زمانہ کے بعد بھی تاریخ اسلامی مسلمانوں عورتوں تبلیغی خدمات اور کارہائے زریں سے مزین ہے۔

۹۔ تبلیغ کے لئے زبانیں سیکھنا:

فہم و تفہیم، تکلم وتخاطب کا بہترین ذریعہ زبان ہے۔اپنے مافی الضمیر کو درست وعمدہ انداز میں دوسروں تک پہنچانا اسی کے ذریعے ممکن ہے، دعوت و تبلیغ میں اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ رب کائنات اپنے پیامبر ورسل کواُنہی (قوم) کی زبان میں مبعوث فرمایا، جس کی اہمیت وافادیت کو مفتی محمد شفیعؒ نے کچھ یوں بیان فرمایا:

خالق کائنات جیسی حکیم ذات نے اپنے پیانبر اور رسل کواپنی قوم کی زبان میں مبعوث فرمایااور وجہ یہ بیان فرمائیلیبین لھم اللہ تاکہ قوم کے لیے احکام الٰہیہ کو واضح بیان کریں اللہ تعالی نے جب بھی کوئی رسول کسی قوم کی طرف بھیجا تو اس قوم کا ہم زبان بھیجا ہے تاکہ وہ احکام الٰہیہ انہی کی زبان اور انہی کے محاورات میں بتلائے اور ان کو اس کا سمجھناآسان ہو، اگر رسول کی زبان امت کی زبان سے مختلف ہوتی تو ظاہر ہے کہ اس کے احکام سمجھنے میں امت کو ترجمہ کرنے کرانے کی مشقت بھی اٹھانا پڑتی اور پھر بھی احکام کو صحیح سمجھنا مشکوک رہتا[۷۹]

دیگر اقوام عالم کی زبانوں پر دسترس رکھنے کے بعد آسانی اوراچھے انداز میں تبلیغ کا فریضہ ادا کیا جاسکتا ہے اوراُن کی باتوں کو صحیح سے سمجھا جاسکتاہے یہی وجہ ہے کہ : تبلیغ کے مختلف کاموں اور شعبوں میں مختلف زبانوں کی ضرورت پیش آتی ہے جیسے وعظ و تبلیغ تحریر و تقریر اور خط وکتابت وغیر پیغمبر انقلاب ﷺ نے ان مقاصد و تبلیغ واشاعت اسلام کے لیے حضرت زید بن ثابت کو عبرانی وسریانی زبان سیکھنے کا فرمایا حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کے میں نے سترہ دنوں میں زبان سیکھ لی۔[۸۰]

آپ ﷺ کے فرامین کی وجہ سے ہی دیگر زبانوں کو سیکھنے اور سکھانے کا رواج عام ہوااوراس جانب توجہ دی جانے لگی، حضرت زیدؓ کو پانچ زبانوں (عربی، عبرانی، قبطی، فارسی وغیرہ) آتی تھیں۔ [۸۱]

تبلیغ میں دیگر زبانوں دسترس اشاعت دین کو سہل کردیتی ہے، چنانچہ مختلف زبانوں میں تبلیغ کی اہمیت پر زور ہوئے سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز فرماتے ہیں۔

حکمرانوں اور صاحب استطاعت لوگوں پر واجب ہے کہ وہ ان طریقوں سے اور ان زندہ زبانوں میں فریضہ تبلیغ ادا کریں جن کو لوگ بولتے ہیں۔ واجب ہے کہ لوگوں کوان کی زبانوں میں تبلیغ کی جائے تاکہ خدا کا دین انہی کی معروف زبانوں میں ان تک پہنچ

جائے ، عربی اور غیر عربی میں تبلیغ کی جائے اس لئے کہ تبلیغ اب ان طریقوں سے ممکن اور آسان ہے جن کا تذکرہ ہوا جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن اور صحافت اور دیگر وہ طریقے جو پہلے زمانے کی بنسبت آج میسر ہیں۔ [۸۲]

الغرض رحمت عالم ﷺ کی مساعی کی بدولت ایک ایسا معاشرہ جہاں تعلیمی شرح خواندگی نہ ہونے کے برابر تھی، وہاں کے لوگوں میں علم کی اہمیت اور دیگر زبانوں کو جاننے اور اُن پر عبور حاصل کرنے کی جانب توجہ مبذول ہوئی۔ دین کی تبلیغ اور دعوت کو عمدہ انداز میں دینے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جسے دعوت دی جائے ،اُسی کی زبان میں دی جائے، اس لیے آپ ﷺ کے حکم کی وجہ سے زبانوں کا سیکھنے شروع ہوا۔

۱۰۔ جہاد سے بین کی حکمت عملی:

اللہ تعالی کے دین متین کی سربلندی کے لئے ، کفر و شرک اور فساد کو روکنے کے لئے اور دعوت و تبلیغ کے عظیم کام میں سر راہ بننے والی طاقتوں کا قلع قمع کرنے کے لئے جہاد کی حقیقت و مشروعیت سے انکار ممکن نہیں، اسی حقیقت کی وجہ سے کو حضرت سلیمان ندروی اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے مکہ میں رہ کر مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو بیدار اور ہوشیار کیا، حج کے موسم میں عرب کے ایک ایک قبیلہ کے پاس جا کر حق کا پیغام پہنچایا اور اس زمانہ میں یمن اور حبشہ تک آپ ﷺ کی آواز پہنچ گئی اور وہ تلاش حق کے لئے آپ ﷺ کے پاس آئے، مدینہ منورہ آئے تو قریش گوہ برسوں تک اسلام کے پہنچنے میں سر راہ بنے رہے۔ پھر بھی مبلغ اور داعی بھیج بھیج کر قبیلوں تک آواز پہنچائی گئی اور بالآخر قریش کے خلاف اس لئے تلوار اٹھائی گئی کہ اسلام کو تبلیغ کی پر امن آزادی ملے ، چھ برس کے جنگ وجدال کے بعد حدیبیہ میں قریش نے اسلام کے اس مطالبہ کو تسلیم کیا اور تبلیغ کی آزادی عطا کی قرآن نے اسلام کی اس روحانی فتح کو فتح مبین قرار دیا اس کے بعد ہی عرب اور بیرون عرب میں اسلام کے واعظ، قاصد اور مبلغ بھیجے گئے اور دنیا کے امراء اور سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے گئے [۸۳]

اسلام امن و آشتی، محبت والفت اور اخوت و بھائی چارے کا مذہب ہے اور تلوار کا استعمال توآخر الحیل الحرب کے طور پر مجبوراً کیا جاتا ہے تا کہ راہ دعوت میں حائل فتن کو رفع کیا جا سکے اور اس کا مقصد حقیقت مظلوموں و بے کسو کی حمایت کرنا تھا، بقول علامہ شبلی نعمانی:

حقیقت یہ ہے کہ جہاد کی مشروعیت مظلوموں کی حمایت جلاوطنوں کے حق دلانے حج کا راستہ کھولنے اور عقیدہ کی آزادی حاصل کرنے کے لیے ہوئی تھی [۸۴]

یہی وجہ ہے کہ جہاد اسلامی میں انسانیت کا بے دریغ قتل نہیں ملتا اور اسلام نے اسیروں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا اور اسلام میں ہی سب سے زیادہ اسیروں کو آزادی کا حق سے نوازا گیا، اسلامی جہاد کے ذریعے عہد رسالت میں مقتولین اور اسیروں کی تعداد اور جنگ عظیم میں کفار کے مظالم کا فرق واضح کرتے ہوئے سید سلیمان منصور پوری رقم طراز ہیں: "جہاد اسلامی کا مقصد کیونکہ قتل و قتال اومار دھاڑ نہیں بلکہ اسلام کی تبلیغ ہے اس لیے آپ ﷺ کی زندگی کے بیاسی ۸۲ غزوات وسرایہ میں مسلمانوں اور کفار کے زخمیوں اسیروں اور مقتولین کی تعداد حیرت انگیز حد تک کم ہے مسلمانوں کے ۲۵۹ افراد شہید ہوئے اور کفار کے ۷۵۹ افراد مقتول ہوئے دونوں طرف کے مقتولین کی کل تعداد ایک ہزار اٹھارہ بنتی ہے اور بیاسی پر تقسیم کرنے سے فی جنگ ۸۴۱.۱۱ کا اوسط نکلتا ہے صرف ایک مسلمان اسیر ہوا کفار اسیروں کی تعداد ۶۵۶۴ ہے جو جزیرہ نما عرب کی وسعت کے

مقابلہ میں ہیچ ہے کیونکہ اس تعداد کے اندر بڑی تعداد ۶۰۰۰ ایک ہی غزوہ حنین کی ہے اس لیے باقی جنگوں میں اوسط اسیر ان جنگ سات رہتا ہے ان میں سے ۶۳۴۷ اسیر ان کو آنحضرت ﷺ نے از رائے لطف و احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا۔ اس کے بر عکس جنگ عظیم از ۱۸-۱۹۱۴ کے مقتولین کی تعداد ۳۷ لاکھ ۳۸ ہزار ہے جس میں روس ۱۷ لاکھ جرمنی ۱۶ لاکھ فرانس ۱۳ لاکھ ۱۷ ہزار اٹلی ۴ لاکھ ۶۰ ہزار آسٹریا ۸ لاکھ برطانیہ ۷ لاکھ ترکی ۱۰ لاکھ ۵۰ ہزار بلجیم ا لاکھ ۲ ہزار بلغاریہ ایک لاکھ رومانیہ ا لاکھ سرویا مانٹی نیگرو ا لاکھ امریکہ ۵۰ ہزار [۸۵]

ان دونوں اسلام و کفر کے اعداد و شمار سے آپ باآسانی انداز لگا سکتے ہیں کہ اسلام کا مقصود قتل انسانیت کی بجائے احیاء اور بقاء ہے۔ اسلام اور اشاعت دین میں تلوار اٹھانا، میدان کارزار میں اترنا اور لڑنا مرنا ایک ضرورت کے تحت ہے کہ اس کے بغیر نہ دفع شر ممکن ہے، نہ ہی بقاء، نیز نہ ہی مقصد اصلی کا حصول ممکن ہے۔ یعنی تبلیغ دین اور اعلان کلمتہ اللہ۔

امت محمدیہ /امت مسلمہ کی بقاء و قیام کا ضامن جہاد ہے، یعنی امت مسلمہ جسد ہے اور جہاد اُس میں روح کے قائم مقام ہے اور اُمت مسلمہ کے وجود کی صورت میں ہی دعوت و تبلیغ ممکن ہے۔ الغرض دعوت و تبلیغ کا فریضہ جہاد کے قائم رہنے کی صورت میں ہی انجام دیا جاسکتا ہے۔

بہترین تبلیغی حکمت عملی کے بہترین نتائج:

- دعوت و تبلیغ کا سلسلہ مکہ مکرمہ تک محدود نہیں رہا، بلکہ مدینہ منورہ میں زیادہ شدومد سے اور آزادانہ طور پر اس کا اہتمام کیا گیا۔
- مدینہ منورہ میں مدرسہ کا قیام عمل میں لایا گیا، جہاں کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ دین کی تبلیغ اور اشاعت اسلام کی غرض سے مختلف علاقوں کا خدمات انجام دیتے۔
- وفود کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام تھا، انہیں میں سے ذہین اور تعلیمات اسلامیہ سے زیادہ دسترس رکھنے والے کو تعلیم و تربیت اور قبیلہ والوں کو تبلیغ اسلام کے لیے مقرر کیا جاتا تھا۔
- دین اسلام کی اشاعت عام کرنے کے لیے رحمت عالم ﷺ نے قبائل کے سرداروں کے نام دعوتی خطوط ارسال کیے اور دین اسلام کی تبلیغ فرمائی۔
- اسی طرح مختلف سلطنتوں کے بادشاہوں کے پاس صلح حدیبیہ کے بعد سفراء کے ذریعے خطوط ارسال فرمائے اور ان تک کلمہ حق پہنچانے کا فریضہ ادا کیا اور دین اسلام کی حقانیت واضح فرمائی۔ آپ ﷺ کی اس حکمت عملی کی وجہ سے دنیا کے دور دراز خطوں میں بھی دین کا پیام پہنچا۔
- دعوت و تبلیغ کا شعبہ صرف مرد حضرات تک محدود نہیں تھا، بلکہ صحابیاتؓ نے بھی ہادی برحق ﷺ سے تعلیم و تربیت حاصل کی، پھر اسے عام کرنے کے لیے عملی اقدام کیا، اپنے مردوں کو دین اسلام کے احکامات پر عمل پیرا ہونے میں معین ثابت ہوئی، نیز دیگر مسلمانوں تک بھی اس پیام کو عام کیا۔
- آپ ﷺ کی تبلیغی مساعی جمیلہ کی وجہ سے انتہائی مختصر مدت و عرصہ میں ایک جمع غفیر اسلام کے حلقہ میں داخل ہوا اور اسلام کی اشاعت و دعوت گلی محلوں سے وسعت اختیاری کرتی ہوئی لاکھوں مربع میل تک پھیل گئی۔

- دعوت و تبلیغ پر عمل اسی صورت ممکن ہے، جب امت مسلمہ قائم ودائم رہے گئی، جس طرح دعوت و تبلیغ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پرابھارتی ہے، اسی طرح جہاد اس امت کے قیام کا ضامن ہے، آپ ﷺ کے عہد سے ہی جہاد کے ذریعے بھی دین اسلام کی اشاعت کی گئی، یہی وجہ ہے کہ دس سالوں میں مسلمان شہدا کی تعداد گنتی میں ہے اور دشمن کی تعداد بھی معدود چند ہے۔

آنحضرت ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ تبلیغ دین کے تمام ممکنہ طریقوں کو بروئے کارلاتے ہوئے زیادہ وسیع پیمانے پرلوگوں کو دین کی دعوت سے روشناس کروایاجائے۔اس لئےآپ ﷺ نے ہر ممکن طریقہ کواپنایااوراُس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

1 Zubidi, Sayyad Murtaza, Muhammad bin Muhammad, Taj Al Auroos, Dar Al-Fikar, Beirut: N M, 8/322

2 Raghib Al Asfahani, Al Hussain bin Muhammad, Mufradat Al Quran, Mir Maktab Khana, Karachi: N M, P172

٣- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مادع و،مطبع لاہور، ٣٤٣/٩

٤- ابن منظور ، افریقی محمد بن مکرم ، لسان العرب ، ما دہ، ب ل غ ، داراحیاء التراث العرب، تاج العروس، ، ٨/١٢ ، مادہ،ب ل غ

٥- محمد طیب ، قاری ،اسلام میں دعوت و تبلیغ کے اصول اور قواعد ،الدعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد،ن م، ص ٥٢

٦- شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، اسلای کتب خانہ، لاہور: ٢٠٥/٤

٧- اعظمی، محمد ،حسن، مولانا ، القاموس الحبیب، ادارہ اسلامیات، لاہور، ن م، ص٣٠٦

٨- زبیدی، سید مرتضی، تاج العروس، دارالفکر، بیروت: **8**/٣٢٢

٩- گوہر الرحمن، مولانا، اسلامی سیاست، المنار بک سنٹر ،لاہور:ص١٧

١٠- ایضاً :ص١٨

١١- بخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح ، قدیمی کتب خانہ ، کراچی:٤٩١/٢

١٢- انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا مطبع، لندن:٣٠٥/١١

١٣- قومی انگلش اردو ڈکشنری، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ص ١٩٤٠

14- **Longman Dictionary of contemporary English: P 269**

١٥- ابو داؤد سلیمان بن اشعث،سنن ابی داؤد ،باب الصلوۃ فی الیل،٢٢٥/١

١٦- النحل: ١٢٥

١٧- شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ،٢٠٩/٤

١٨- محمد شفیع،مفتی،معارف القرآن،ادارۃ المعارف،کراچی:٤١٨/٥

١٩- عثمانی ، شبیر احمد، تفسیر عثمانی ، اقراء اشرفیه کمپنی ،لاہور ،٢٠٠٤ء، ص:٣٦٦

[۲۰] ۔ آلوسی ،محمود ، روح المعانی ،٦٦١/١٣
[۲۱] ۔ الشعراء:۲۱۴
[۲۲] ۔ شبلی نعمانی،سیرۃ النبیﷺ،۲۰۷/۴
[۲۳] ۔ سورۃ اللہب:۱-۲
[۲۴] ۔ عثمانی،شبیر احمد ، تفسیر عثمانی ،ص:۷۹۲
[۲۵] القرآن الشوریٰ:۷
[۲۶] شبلی نعمانی،سیرۃ النبی،اسلامی کتب خانہ لاہور،ج۴،ص۲۰۸
[۲۷] علوی ،ڈاکٹر خالد،رسول کریم ﷺکا منہاج دعوت،الدعوۃ اکیڈمی اسلام آباد،ص۵۴
[۲۸] منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمت للعلمین ،اسلامی کتب خانہ لاہور،ج۱،ص۴۸
[۲۹] القرآن یس:۷۰
[۳۰] منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمت للعلمین ،اسلامی کتب خانہ لاہور،ج۱،ص۴۴
[۳۱] ابن ہشام،محمد عبدالمالک،سیرالنبی، ادارہ اسلامیات لاہور،ج۱،ص۲۸۲
[۳۲] القرآن ابراہیم:۵۴
[۳۳] احمد بن حنبل، الامام،مسند،ج ۴،ص٤١٦، ۲۵، ۱۲
[۳۴] شبلی نعمانی،سیرۃ النبی، ج۴،ص۲۰۸
[۳۵] محمد طیب ،قاری، اسلام میں دعوت وتبلیغ کے اصول و قواعد ص۴-
[۳٦] محمد حمید اللہ ، ڈاکٹر، رسول اللہ کی جانشینی اور حکمرانی، بیکن بکس لاہور ،٢٠٠٦ء،ص۲۸۹
[37] Ahmed, Shakil. "Strategies of Da'wah and Propagation in the Prophet's Makki era: An overview: مکی دور نبویﷺمیں دعوت وتبلیغ کی حکمت عملی: ایک اجمالی جائزہ." *"Journal of Academic Research for Humanities"* 2, no. 1 (2022).
[۳۸] خالد علوی، ڈاکٹر، پیغمبرانہ منہاج دعوت، الفصیل ناشران وتاجران، لاہور، ۲۰۰۵ء،ص۲۰-۲۱
[۳۹] منصور پوری ، محمد سلیمان قاضی رحمۃ العالمین ۶۲ -
[۴۰] ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، مصطفی البانی، مصر۱۳۷۵ھ،۵۵۷/۱
[۴۱] منصور پوری ، محمد سلیمان قاضی رحمۃ العالمین ۶۲ -
[۴۲] علوی ،ڈاکٹر خالد،رسول اللہ کا منہاج دعوت،الدعوۃ اکیڈمی،ص۱۴
[۴۳] القرآن، الانعام:۹۲
[۴۴] حمید اللہ، ڈاکٹر، ڈاکٹر حمید اللہ کی بہترین تحریریں، ص: ۲۸۹
[۴۵] شبلی نعمانی ، سیرۃ النبی۴۰/ ۲۱۹
[۴٦] رواس، الشیخ معجم الغتہ الفقہا ،ص:۱۸۴
[۴۷] القرآن ، سباء: ۲۸
[۴۸] حمید اللہ ، ڈاکٹر حمید اللہ کی بہترین تحریریں ص۲۸۹-
[۴۹] شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ۴/ ۲۱۹
[۵۰] شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ۴/ ۲۱۹
[۵۱] حمید اللہ ، ڈاکٹر حمیداللہ کی بہترین تحریرینص ۲۷۹
[۵۲] حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم کی سیاسی زندگی ، ص۱۲۳

[٥٣]بلند شہری، محمد عاشق الہی، مکتوبات شریفہ ص ۷۷۔

[٥٤]القرآن، الحجر:۹۴

[٥٥]مودودی، سید ابو لاعلی ، اسلوب دعوت، ۱۴

[٥٦]نثار احمد ، ڈاکٹر عہد نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقا ء، ص ۱۲۱۔

[٥٧]قاسمی، کیرانوی، وحید الزمان ، مولانا، القاموس الوحید، ص: ۱۸۷۵

[٥٨]ہاشمی، طالب، علامہ، وفود عرب بارگاہ نبوی ﷺ میں،ص۹

[٥٩]شبلی نعمانی ، سیرۃ النبی ،۲/ ۳۱

[٦٠]منصور پوری ، محمد سلیمان ، قاضی، رحمۃ للعالمین ، ۱۵۵/۱

[٦١]علوی، ڈاکٹر ، رسول اکرم ﷺ کا منہاج دعوت،ص۔۲۲

[٦٢]ہاشمی طالب،و فود عرب بارگاہ و نبوی میں ۱۴

[٦٣]دلاوری ، ابوالقاسم، رفیق، سیرۃ الکبری ،ص:۲۷۳۔

[٦٤]نثار احمد، ڈاکٹر ، عہد نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقا ص:۴۴۷-

[٦٥]حمید اللہ ، ڈاکٹر ، دیباچہ صحیفہ ، امام بن منبہ ص: ۱۸۔

[٦٦]حمید اللہ، ڈاکٹر ،خطبات بہاولپور،ص۲٦۹

[٦٧]نثاراحمد ،ڈاکٹر، عہد نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقاء ، ص ۴۴۷

[٦٨]حمید اللہ، ڈاکٹر ، خطبات بہاولپور میں : ۲۶۸

[٦٩]ایضا :۲۷۲

[٧٠]شبلی نعمانی، سیرت النبی ۴ / ۲۱۹۔

[٧١]لودھی محمد ادریس، ،ڈاکٹر،خواتین کی تعلیم و ترقی سنت رسول اور تمام امت کے تناظر میں بحوالہ مجلہ معارف اسلامی علامہ اقبال یو نیورسٹی ، اسلام آباد، جلد نمبر۷، شمارہ ۱، ص ۳۶-

[٧٢]لودھی محمد ادریس، ،ڈاکٹر،خواتین کی تعلیم و ترقی سنت رسول اور تمام امت کے تناظر ، ص ۳۶

[٧٣]علوی،ڈاکٹر خالد ،انسان کامل،ص۲۲۴

[٧٤]الکتانی، محمد عبدالحی،نظام الحکومۃ النبویہ، ص۱۳۲

[٧٥]حمید اللہ ،ڈاکٹر، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی،ص۹۸

[٧٦]نثاراحمد،ڈاکٹر،عہد نبوی میں ریاست کانشووارتقاءص۴۴۷

[٧٧]حمید اللہ ،ڈاکٹر، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی،ص۹۸

[٧٨]مبارکپوری، محمد اطہر،قاضی،خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات،ص،۱۰

[٧٩]محمد شفیع ،مفتی،معارف القرآن،ج ۵ ص۲۲۴

[٨٠]الکتانی، محمد عبدالحی، نظام الحکومۃ النبویہ ص۱۹۴

[٨١]حمید اللہ ،ڈاکٹر، خطبات بہاولپور،ص۲۷۴

[٨٢]ابن باز،عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز،الدعوۃ الیاللہ وما ینبغی ان یتحلیٰ بہ الدعاۃ،ص۱۲

[٨٣]شبلی نعمانی،سیرہ النبی ج۴ ص۲۰۸

[٨٤]شبلی نعمانی،سیرہ النبی ج۴ ص۲۱۴

[٨٥]منصور پوری،محمد سلیمان،قاضی،رحمت للعٰلمین ج ۲،ص۲۱۰